لطائفِ ادبیّہ

نیرنگِ اسیری

از حضرت محوی صدیقی لکھنوی

یہی طولِ اسیری ایک دن وہ وقت لاتا ہے — کہ آزادی کے نغموں سے بھی دل تکلیف پاتا ہے
خیالِ لالہ و گل، یادِ نسرین و سمن کیسی؟ — ذرا صیّاد چمکارے تو بلبل چہچہاتا ہے
سمجھتے ہیں اُسی کو اپنا دشمن وائے بدبختی! — سبق آزادیِ فطری کا جو اُن کو پڑھاتا ہے
کچھ ایسی فطرتِ آزاد ہوجاتی ہے افسردہ — رہا ہونے کا اندیشہ بھی اکثر دل دکھاتا ہے
اُسی کو اپنی منقاروں سے مل کر نوچ کھاتے ہیں — قفس کو توڑنے کی جو کوئی ہمت دلاتا ہے
بگڑتے اور جھنجھلاتے ہیں اُس غمخوارِ مخلص پر — جو کوئی شفقتِ صیاد کو دھوکا بتاتا ہے
بہت مسرور رہتے ہیں بہت خوش ہو کے کہتے ہیں — کہ زیرِ سایۂ صیّاد کیا دل چین پاتا ہے

زندگیِ چمن کا تصوّر

دھڑکنے لگتے ہیں دل اور کلیجے کانپ اُٹھتے ہیں — چمن کی زندگانی کا تصوّر بھی جب آتا ہے
کہیں زاغ و زغن کی اکثریت جان کی دشمن — کہیں پر دام ہمرنگِ زمیں کوئی بچھاتا ہے
کبھی شدت کی سردی ہے، قیامت کی کبھی گرمی — یہ موسم کا تغیر اور بھی دل کو دکھاتا ہے
فضا میں دیکھ کر کالی گھٹائیں دل دہلتے ہیں — کہ شاید آسماں کوئی نیا اب ظلم ڈھاتا ہے

نہ نیند آنکھوں میں راتوں کو ہجومِ بادوباراں سے
نہ دل طوفانِ رعد و برق سے آرام پاتا ہے

لرزتی ہے زمینِ باغ جب بادل گرجتے ہیں
شجر کی شاخ بھی اور آشیاں بھی تھرتھراتا ہے

جگر خون کن کہیں اندیشۂ بچوں کی ہلاکت کا
کہیں فکرِ نشیمن کے لیے دل داغ کھاتا ہے

ہمیشہ ہے یہاں کی زندگی رنج و کشاکش میں
یہ دھوکا ہے کہ دل آزادیوں کا لطف اُٹھاتا ہے

پریشاں دل جگر ہر دم، ہجوم افکار کا پیہم
یہ عالم ہو تو پھر گلشن میں رہنا کس کو بھاتا ہے

غرض ایسے یہاں آلام ارضی و سماوی ہیں
کہ ہر اک موت کا پُرہول نظّارہ دکھاتا ہے

خدا محفوظ رکھے اس چمن کی زندگانی سے
خیال اس کا جو آتا بھی ہے تو دل کو ڈراتا ہے

اسیری اور قفس کی راحتیں

قفس کے گوشۂ راحت میں لیکن وہ سکوں پایا
نہ کوئی پھڑپھڑاتا ہے، نہ کوئی تلملاتا ہے

کہاں ایسی چمن میں زندگیِ مطمئن ہمدم
ہمیں کچھ جانتے ہیں دل قفس میں سکھ جو پاتا ہے

لحد میں بھی نہ ہوگی وہ فراغت جو یہاں پائی
عجب کیا گر چمن والوں کو ہم پر رشک آتا ہے

گلستاں میں مصیبت ہے تلاشِ آب و دانہ کی!
قفس میں مہرباں صیّاد دانہ ڈال جاتا ہے

نہ خوفِ گربہ و شاہیں نہ ڈر بجلی نہ آندھی کا
کہ آقائے قفس ہر کلفت و غم سے بچاتا ہے

اسیری گوشۂ راحت کو جو کہتے ہیں دیوانے
جنونِ بے محل ان کا ہمارے دل دُکھاتا ہے

بھلا اس سے زیادہ مہربانی اور کیا ہوگی
تھپک کر پیٹھ خود صیاد پنجرے میں سُلاتا ہے

صف آرا دشمنوں کے سامنے رہ کر دل و جاں سے
ہمیں دیتا ہے راحت اور خود زحمت اُٹھاتا ہے

نہ پروا اُس کو تیروں کی، نہ تیغوں کی، نہ توپوں کی
ہمارے سُکھ کی خاطر جان تک اپنی مٹاتا ہے

میسر یہ سکوں پھر بیر اس صیّاد مشفق سے
حفاظت میں ہماری مال و دولت جو لٹاتا ہے

آزادی خواہوں کی نسبت اِن کا نظریہ

نہ ہو راحت ہی جب حاصل تو آزادی کی کیا حاجت
بڑا نادان ہے جو شور آزادی مچاتا ہے

ہمارا عیش اور سُکھ اس سے کیا دیکھا نہیں جاتا
بغاوت کی جو تدبیریں ہمیں ہر دم سکھاتا ہے

زمانے میں نہ ہوگا اس سے بڑھ کر کم خرد کوئی
جو یاد آزادیٔ ماضی کی اب ہم کو دلاتا ہے

خدا کی شان اس کو ناز اپنی عقل و حکمت پر
جو خودداری و خود بینی کے گُر ہم کو بتاتا ہے

قفس والوں کو اس بدبخت سے ہو خاک ہمدردی
جو آزادی کی دُھن میں جانِ شیریں کو کھپاتا ہے

سمجھتے ہیں اُسے ہم قابلِ صد رحم دیوانہ!
جسے دن رات آزادی کا جذبہ خوں رُلاتا ہے

خدا کی مار اس آزادیٔ گلشن کی خواہش پر
کہ جس کی دُھن میں جانِ ناتواں اپنی گنواتا ہے

ہمیں کچھ جانتے ہیں اب جو راحت اور مسرت ہے
یہ پھر آزادیٔ کامل کا مژدہ کیوں سُناتا ہے

ستم صیاد کے جب خود مزہ دینے لگیں دل کو
ہمیں کیوں کوئی گرماتا ہے کیوں غیرت دلاتا ہے

مزے کی نیند ہے، آرام ہے، خطرہ نہیں کوئی
یہ ظالم خوابِ شیریں سے ہمیں ناحق جگاتا ہے

فریبِ نفس ہے ناداں جسے کہتے ہیں آزادی
یہ ہے وہ سبز باغ انساں کو جو شیطاں دکھاتا ہے

یہ دیوانے جو ناحق محوِ فریادِ اسیری ہیں
بجا ہے اُن پہ گر صیاد سو سو ظلم ڈھاتا ہے

وہ اپنی جان کے دشمن ہیں اپنی عقل کے دشمن
جنہیں سودا رہائی کا قفس میں گدگداتا ہے

یہ بیچارے ہماری زندگی کا لطف کیا جانیں
انہیں تو خودسری آوارگی میں لطف آتا ہے

سمجھتا ہے اُسی کو ننگ جس پر ناز ہے ہم کو
پھر اپنی ہی ہوا خواہی و ہمدردی جتاتا ہے

ہمیں ننگِ وطن اور بندۂ صیاد کہہ کہہ کر
گھٹاتا ہے ہماری قدر اور اپنی بڑھاتا ہے

سمجھ کر ہم کو بزدل، بدنصیب و بندۂ راحت
ہماری زندگی پر درد سے آنسو بہاتا ہے

قفس میں طائرانِ ہم نوا کو دیکھ کر خرم — مناسب تھا کہ خوش ہوں رشک لیکن کھائے جاتا ہے

آزادی خواہوں کا نظریہ بزبانِ غلامی

یہ کہتے ہیں کہ آزادی ہے رحمت قید ہے لعنت — یہ ایک صیاد کا جادو ہے جو تم کو لبھاتا ہے
چمن والو! غلامی ہے خلافِ غیرتِ فطرت — ہمیں حیرت ہی کیونکر قید میں دل چین پاتا ہے
ضمیر انسان کا جب بجھ جاتا ہے طولِ اسیری سے — یہی باتیں خلاف ہمت و غیرت سجھاتا ہے
مٹا دیتا ہے دل سے زندگی کے ولولے سارے — عمل کی قوتوں کو خاک میں یکسر ملاتا ہے
سُلا دیتا ہے سینوں میں صداقت کی حرارت کو — دماغوں میں چراغ عقل و حکمت کو بجھاتا ہے
بدن سے سلب کر لیتا ہے بیداری کے عزموں کو — ہر اک جزوِ بدن سے ذوق ایماں کو گھٹاتا ہے
یہ کہتا ہے غلامی اک نتیجہ ہے جہالت کا — یہ فتنہ خاک میں سب عزت و غیرت ملاتا ہے
اجل کا خوف، برق و وبا اور شاہیں کا ڈر کیسا؟ — مرض ہے یہ تن آسانی کا جو تم کو ڈراتا ہے
خدا پر ہو بھروسا اور دل بیباک پہلو میں — تو دیکھیں کون اس دنیا میں تم کو پھر ستاتا ہے
حقیقت سے ہمیں محروم رکھتی ہے تن آسانی — یہ شیوہ دل کی سب فطری اُمنگوں کو دباتا ہے
بھروسہ اپنے دشمن پر یہ لعنت ہے غلامی کی — یہی بزدل بناتا اور میداں سے ہٹاتا ہے
بھلا یہ موت کوئی شے ہے اتنا جس سے ڈرتے ہو — حیاتِ جاوداں انساں خطروں[۱] ہی میں پاتا ہے
خدا جانے یہ سچ، یا جھوٹ ہے ہم تو سمجھتے ہیں — کہ جنت سے ہمیں دوزخ کا رستہ یہ بتاتا ہے

اسیروں کا دین و ایمان

ہمارا دین اور ایمان ہے صیاد کی مرضی — ہمیں چمکارتا ہے یہ کھلاتا ہے پلاتا ہے

[۱] "اگر خواہی حیات اندر خطر زی" اقبال

جھکی ہیں گردنیں صیاد کے آگے تو کیا ذلت
کہ سر پر پھیر کر یہ ہاتھ عزت کو بڑھاتا ہے

بُرا کیا ہے مزہ آتا ہے گر جھوٹی خوشامد میں
بجا ہے خیر ہر اک اپنے آقا کی مناتا ہے

ہر اک بندے کو لازم ہے اطاعت اپنے مالک کی
مناسب ہے سزا ئے سرکشی باغی جو پاتا ہے

رہینِ منتِ صیاد ہونا چاہیے ہم کو
مہذب جو بناتا ہے، پڑھاتا ہے سدھاتا ہے

جکڑتا ہے اگر ہر روز دُہرے تہرے رشتی میں
سمجھنا چاہیے ہم کو مصیبت سے بچاتا ہے

ضرور اس میں ہے کوئی مصلحت اور اپنی بہبودی
اگر صیاد میعادِ اسیری کو بڑھاتا ہے

غرض لازم ہے ہم پر شکریہ صیاد محسن کا
بُرا ہو نفس بدظن کا، خدا داناہے باطن کا

قومی زبان

(از پروفیسر مولانا یعقوب الرحمٰن صاحب عثمانی)

اس رسالہ میں دلائل کی روشنی میں یہ بحث کی گئی ہے کہ قومیت مشترکہ کے قیام کے لیے ایک ایسی زبان کی ضرورت ہے جو ہندوستان کے ہر خطہ میں بولی یا سمجھی جاتی ہو اور جس کی تعمیر میں ہندوستان کی مختلف قوموں نے حصہ لیا ہو۔ نیز ثابت کیا گیا ہے کہ مقبولیت و وسعت، اشاعت و طباعت کی سہولت، تلفظ کی شیرینی اور دوسری خصوصیات کے لحاظ سے ہندوستان کی مشترک زبان صرف اُردو ہی ہو سکتی ہے۔ اس کے ساتھ اُن اعتراضوں کو نہایت سلجھے ہوئے پیرایہ میں رد کیا گیا ہے جو اُردو زبان پر کیے جاتے ہیں۔ غرضکہ مؤلف نے اس چھوٹے سے رسالہ میں نہایت ہی دلنشین انداز بیان کے ساتھ یہ واضح کیا ہے کہ اُردو زبان اپنی مختلف خصوصیتوں کے اعتبار سے نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کی بہترین زبانوں میں سے ہے۔ طرز ادا اس قدر نکھرا ہوا ہے کہ ہر معمولی اُردو جاننے والا اس سے پورا فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ دلائل میں اختصار اور جامعیت کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے۔ ۵ر کے ٹکٹ بھیج کر ذیل کے پتہ سے طلب فرمائیے۔

منیجر مکتبہ برہان قرول باغ۔ نئی دہلی